افکار و آرا

"مکتوبِ مفتوح" پر تنقید کا جواب

"ماہنامہ فاران" کراچی میں ماہ جون کے فکر و نظر میں جو "مکتوبِ مفتوح" صدر مملکت جناب فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کے نام چھپا ہے، اس پر تنقید کی گئی ہے۔ "مکتوبِ مفتوح" کے مکتوب نگار الطاف جاوید صاحب نے اس تنقید کے جواب میں مدیر ماہنامہ فاران کو ایک خط لکھا ہے جس کی نقل انہوں نے بھجوائی ہے، جو درج ذیل ہے۔ (مدیر)

گرامی قدر، ماہر القادری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! اُمید ہے آپ بخریت ہوں گے۔ مکتوب کی اشاعت، اس پر تنقید اور اس کی کاپی ارسال فرمانے پر شکریہ۔

عرض خدمت ہے کہ ویسے تو میں الزامات کا جواب دینے کا قائل نہیں ہوں کیونکہ اس سے جواب الجواب کا ایک لا متناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور بات کسی نتیجہ تک نہیں پہنچ پاتی۔ تاہم میں نے مناسب سمجھا کہ ایک تو آپ کی خدمت میں اپنی چند معروضات پیش کردوں، پھر سب کچھ اللہ کے حوالے۔

محترمی! آپ کو مخاطب کرتے ہوئے میں اس بات سے پوری طرح واقف ہوں کہ میرا تخاطب جماعت اسلامی کے ایک فرد سے ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ جماعت اسلامی کے ارکان کی غالب تعداد ایسی ہے کہ اس سے علم و دانش کے مسلّمہ اصولوں کی بنا پر بات کرنا بے فائدہ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ صرف اذعانیت پسند DOGMATIC زبان میں بات کرسکتا ہے اور انہی اصطلاحوں میں بات سننے کا عادی بھی ہوتا ہے۔

میرے خیال میں یہ المیّہ اس لیے واقع ہوا ہے کہ حق تعالیٰ اس عہد میں "کلّ یوم ھو فی شان" کے مطابق

جس نئی شان میں جلوہ گر ہے، اس نئی شان کے منطقی تقاضوں سے جماعت اسلامی کا تصوّرِ کائنات وحیات ناآشنا ہے۔ بلکہ وہ اس نظریہ کا سرے سے قائل ہی نہیں کہ حق تعالیٰ کی شئونِ متجددہ تاریخ کے نئے ادوار تخلیق کرتی ہیں۔ جن میں سے ہر دور اپنے ماقبل دور سے وسیع تر اور کامل ہوتا ہے اور تمام احکامات و مسائل میں اپنے سابقہ دور سے مختلف ہوتا ہے۔ لہٰذا جماعت اسلامی کا تصوّرِ حیات و کائنات جمود و سکون کا حامل ہے اور اس لیے اس میں اذعانیت (Dogmatism) تشدّد و ماضی پرستی، فطرت، معاشرہ اور خود انسانی شعور میں بتدریج رونما ہونے والی منظم ارتقائی حرکت کا جو منزل بمنزل اور مرحلہ بمرحلہ کسی متعین غایت اور مقصدیت کے حصول کے لیے رواں دواں ہے، انکار موجود ہے۔

اس کی وجہ سے جماعت اسلامی کا تصورِ الٰہ میں بھی دو بنیادی خامیاں پیدا ہوگئیں، پہلی یہ کہ اس تصور میں ماورائیت (Transcendentanlism) اور سریانیت (Emmancence) میں باہم تفاعل (Interaction) ہونے کی بجائے ماورائیت کا سریانی پہلو پر کلّی غلبہ تسلیم کیا گیا ہے اور اس لیے خدا فرد کے لیے ایک آئیڈیل (Ideal) نہیں رہا جس کے ساتھ وہ نامیاتی (Organic) تعلق قائم کرسکتا اور اس لقاء کے لیے اپنے اندر نفسیاتی اور اخلاقی تبدیلیاں پیدا کرنے کا ذوق محسوس کرسکتا ہے۔ بلکہ وجود باری تعالیٰ نے ایک سیاسی آمر کی حیثیت اختیار کرلی ہے جو باہر سے انسانوں پر حکم نافذ کرتا اور انہیں اپنی اطاعت پر مجبور کرتا ہے۔ اسی وجہ سے جماعت اسلامی کے دینی نظریہ میں کثرت عبادت اور متصوفانہ اشغال کے لیے کوئی جگہ نہیں رہی۔

اس کا دوسرا نتیجہ یہ نکلا کہ شریعت کو زمانِ محسوس (Perceptual Time) اور انسان کے معاشرتی ماحول سے قطعاً ماورا قرار دے دیا گیا۔ اس طرح نظام شریعت بھی تخلیقی ارتقاء کا حامل ہونے کی بجائے بس تیار شدہ (Ready made) قوانین و نظریات کا ایک مجموعہ بن گیا جو کسی تخلیقی اجتہاد کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

دوسری خامی یہ کہ اس تصوّرِ الٰہ میں حرکت کا فقدان ہے اور حرکت کا مفہوم یہاں محض نقل مکانی نہیں بلکہ تبدیلی ہئیت و مافیہ (Form and Content) بھی ہے۔ لہٰذا اس تصوّر کو اپنانے سے ذہن لازماً اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ حق تعالیٰ نے جو کچھ تخلیق کرنا تھا، ایک بار تخلیق کر دیا اب نئی تخلیق قطعاً ختم ہوچکی ہے۔ وجود اور اس کے مظاہر محض (Being) ہیں (Becoming) نہیں اس لیے "نئے اور جدید" کے لیے اس کائنات وحیات اور شرائع الٰہیہ میں کوئی جگہ نہیں ہے، اگر اس تصورِ حیات کو شوپنہار کی زبان میں کہیں کہ

"زندگی سرما کی ایک طویل اور بھیانک رات ہے جس میں ہر چیز تھوڑے وقت کے لیے وجود پذیر ہوتی ہے اور نوحہ و شیون کرتی ہوئی ختم ہو جاتی ہے" تو بے جا نہ ہوگا۔ کیونکہ جس طرح شوپنہار کا تصورِ حیات یاس انگیز، جامد اور نئی تخلیق سے بانجھ ہے، اسی طرح جماعت اسلامی کے فلسفہ حیات سے صادر ہونے والے منطقی نتائج بھی بالکل ویسے ہی ہیں۔

برادرِ محترم! بات دراصل یہ ہے کہ جس زبان میں آپ بات کرتے ہیں اور جس زبان میں میں بات کرتا ہوں، ان دونوں زبانوں کی جڑیں ہمارے معاشرتی تار و پود کی گہرائیوں میں پیوست ہیں اور یہ اس لیے ہے کہ ہم دونوں کی زبانیں ان طبقوں میں سے کسی نہ کسی طبقہ کے مفاد کی نمائندگی کرتی ہیں جن پر انسانی معاشرہ مشتمل ہے اور یہ عیاں ہے کہ ان کی موٹی تقسیم صرف استحصال کنندہ (EXPLOITER) اور استحصال پذیر (EXPLOITED) طبقوں کی صورت میں ہی کی جا سکتی ہے۔

تاریخ انسانی میں یہ حقیقت بار بار کے اعادہ سے قطعاً واضح ہو چکی ہے کہ استحصال کنندہ طبقات ہمیشہ "منئے" اور جدید" سے خوفزدہ رہتے ہیں کیونکہ "نیا" ان کے معاشرتی مرتبہ (Social status) — کو چیلنج کرتا ہے اور چونکہ یہ نیا حق تعالیٰ کی نئی شان کا نمائندہ ہوتا ہے، اس لیے حق اس کے ساتھ ہوتا ہے اور حق کی فتح یابی اور باطل کی شکست تو قانونِ خداوندی ہے محض شکست ہی نہیں بلکہ معاملہ کی نوعیت بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ھو زاھق (الانبیاء) تک پہنچ جاتی ہے۔

اس کے برعکس استحصال پذیر طبقے نئے کی تخلیق کو ہمیشہ لبیک کہتے ہیں کیونکہ اسے اپنانے سے اُن کے سامنے زندگی کے نئے افق روشن ہو جاتے ہیں اور لامحدود ترقی کے امکانات حقیقتِ ثابتہ بن کر سامنے آجاتے ہیں۔ ماضی کے از کار رفتہ نظامِ حیات میں اساسی اور عمیق تغیر و تبدل کا عمل ان کے وجود کی بقا، اور روشن مستقبل کے لیے ضمانت بن جاتا ہے جبکہ معترضان کے لیے خودکشی کے مترادف ہوتا ہے۔

لہٰذا میری آپ کی چپقلش اُبھرتے ہوئے نئے طبقات اور مرتے ہوئے نظامِ حیات کی چپقلش ہے دوسرے الفاظ میں یہ حق اور باطل کی باہمی آویزش ہے اور یہ بات کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر، اس کا فیصلہ تو "وقت" کیا کرتا ہے اور "وقت" کے متعلق تو آپ جانتے ہی ہیں کہ

زندگی دھر است دھر از زندگی ۔ لاتسبوا الدھر فرمانِ نبیؐ

برادرِ مکرّم! میرا مکتوب کسی بدنیتی پر مبنی نہیں تھا یہ تو ایک معمولی ذہن کا تجزیاتی عمل کا نتیجہ ہے۔ ایک دردمند

دل کی آواز، جو ملتِ اسلامیہ کی زبوں حالی پر کڑھتا ہے اور جس کی نظر میں ملت کی زبوں حالی کا سب سے اہم سبب یہ ہے کہ تاتاری فتنہ کے بعد اسلامی معاشرہ میں شکست خوردگی اور پست ہمتی کے قدم جما لینے سے جس جامد، غیر تخلیقی اور سکون پسند تصورِ حیات وکائنات نے مسلم ذہن پر قابو پا لیا تھا اس میں حق تعالیٰ کی شان میں تبدیلی کے باوجود، جس کا ظہور ہمیشہ زمان ومکان کے اس محسوس مرحلہ اور اس کے مظاہر کے ذریعہ ہوتا ہے کوئی صحت مند تغیر و تبدل نہیں کیا گیا۔

عظیم الشان اور تابناک صدر ایوب کی مضبوط قیادت میں جس صاف ستھرے اور وقت کے جدید تقاضوں کو پہچاننے والے دینی ذہن نے تشکیل پائی ہے، اس مضبوط قیادت اور دینی ذہن کو میں نے اس لیے مخاطب کیا ہے کہ وہ اسلام کے مقدس نام پر انسانیت کی شکست خوردہ اور زوال پذیر اقدار کی تجارت کرنے والوں کا ذرا نوٹس لے تاکہ معاشرتی تعمیرِ نو کے دوران وہ راہ کی رکاوٹوں پر قابو حاصل کرنے کے قابل ہو سکے۔

عہدِ حاضر کی تاریخ میں جماعتِ اسلامی، میرے نقطہ نظر سے مذہبی پیشوائیت کی سب سے زیادہ (Crude) اور (Frustrated) شکل ہے اس لیے پاکستان میں ابھرتی ہوئی نئی معاشرتی قوتوں کو اپنی بقاء و استحکام کے لیے اس کا نوٹس لینا ضروری ہے۔

”جاہلیت“ کے ہاتھوں اقتدار کی چابیاں چھیننے اور حکومت کو منہاجِ نبوت پر قائم کرنے جیسے بلند بانگ دعاوی کے باوجود، جماعت کے بانی کی کسی کتاب میں سے اللہ، رسولؐ، اسلام جیسے مقدس اسماء واصطلاحات کو نکال کر اس عبارت کو پھر سے تحریر کریں تو اسی فرسودہ، شکست پذیر اور ظالم نظامِ حیات کی تصویر ابھر آتی ہے جسے مغرب کے استحصال کنندہ طبقوں کی طرف سے پیش کیا جاتا رہا ہے۔ اس نظامِ حیات میں اسلامی تو کہیں رہیں، انسانی اقدار کا پتہ بھی نہیں ملتا۔

باقی رہیں وہ گالیاں جو آپ نے ابوجہل، ابولہب اور عبداللہ بن اُبی وغیرہ جیسے دینی الفاظ میں مجھے دی ہیں۔ سو اُن کے لیے عرضِ خدمت ہے کہ سمندر میں اگرچہ ہزاروں نالے اور دریا دُنیا جہاں کی غلاظت اور کوڑا کرکٹ لے کر گرتے ہیں مگر سمندر اپنی فطرت کے مطابق بدستور پاکیزہ، روشن، بے حد عمیق اور پُرسکون رہتا ہے۔

برادرِ عزیز! لکھا تو بہت جا سکتا ہے مگر میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں ؟

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نے آبلہ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند

آپ کا بہی خواہ مخلص —— الطاف جاوید

۹۷/۴ —— مارٹن روڈ۔ کراچی